Fikr-o-Nasar (Islamabad) 26:4 (1989)

شمس الدین السخاوی بحیثیت مؤرخ

ڈاکٹر مظہر معین

شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی الشافعی (۸۳۱ ـ ۹۰۲ ھ) نویں صدی ہجری کے نامور مصری عالم و مصنف ہیں جن کی تقریباً دو سو تصانیف حدیث، فقہ، تاریخ اور دیگر موضوعات پر ہیں (۱) ۔ وہ عربی اسلامی تاریخ نویسی میں خصوصی مقام کے حامل ہیں ۔ بحیثیت مؤرخ ان کے مقام و خصوصیات کے سلسلے میں مختلف اہل علم کی آراء نیز ان کی تصانیف کے مطالعہ سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

(۱) السخاوی ایک کثیر التصانیف مؤرخ ہیں جن کی کتب تاریخ کے متنوع موضوعات پر ہیں اور کتب تاریخیہ کی کسی ایک صنف تک محدود نہیں ۔اس لحاظ سے وہ ایک جامع الصفات مؤرخ ہیں جن کی نظر تاریخ نویسی کے تمام تقاضوں اور پہلوؤں پر ہے۔ انکی تصنیف ,,الضوء اللامع لاہل القرن التاسع،، اور ,,الاعلان بالتوبیخ لمن

ذم التاریخ » نیز دیگر کتب تاریخ کا مطالعه اس بات کا بیّن ثبوت فراهم کرتا ہے۔

(۲) شمس الدین السخاوی صرف مؤرخ هی نہیں بلکه دیگر علوم و فنون بالخصوص فن حدیث میں بھی نویں صدی هجری کے اجلّ علماء و محدثین میں سے هیں ۔ اس لحاظ سے فن جرح و تعدیل کا پورا علم رکھتے هیں ۔ انهوں نے نه صرف پورے حدیث لٹریچر کا عمیق مطالعه اور اس سے مکمل استفاده کیا ہے بلکه راویان حدیث کی چھان پھٹک ، احادیث کی صحت، حسن، ضعف اور دیگر پہلوؤں سے پوری واقفیت رکھتے هیں اس چیز نے انهیں علم تاریخ کے سلسلے میں بھی بڑا فائده دیا ہے اور تاریخی روایات کی جانچ پرکھ اور رد و قبول کے ضمن میں انهوں نے ایک محدث کی حیثیت سے اپنے مزاج کو بڑی حد تک برقرار رکھا ہے۔ اس طرح ان کی تاریخی کتب صحت و سند کے لحاظ سے بطور مجموعی بڑی اهمیت اور ثقاهت کی حامل هیں ۔

(۳) السخاوی کی تاریخی اهمیت کے سلسلے میں یه بات بھی قابل ذکر ہے که انهوں نے تذکره نگاری اور دیگر تاریخی مباحث میں بطور مجموعی عدل و انصاف سے کام لیا ہے اور ایک مؤرخ کی حیثیت سے ذاتی رجحانات کو غالب نہیں آنے دیا بلکه ذاتی پسند و ناپسند سے قطع نظر هر شخصیت کا تذکره اس کے شایان شان طریقے سے کیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے اهم دلیل یه ہے که انهوں نے اپنے همعصر، مد مقابل اور سخت مخالف علامه جلال الدین السیوطی جیسے افراد کا نه صرف اپنی تصنیف ,,الضوء اللامع لأهل القرن التاسع،، مین تذکره کیا بلکه اس سلسلے میں تفصیلات بھی بیان کیں اور ایک صاف گو مؤرخ کی طرح ان کے جو عیوب السخاوی کے علم

میں تھے ان کا بھی کھلے لفظوں میں تذکرہ کر دیا۔ کیونکہ یہ عیوب اساساً ان کی ذات سے متعلق نہ تھے بلکہ علوم و فنون اور تصنیف و تالیف کے سلسلے میں ان کے مبیّنہ رویہ کے بارے میں تھے اور السخاوی نے اپنی شہادت اور ہمعصر اہل علم و فضل کی روایت کی بناء پر یہ باتیں لکھیں ۔ جلال الدین السیوطی نے علامہ سخاوی کی تصانیف پر تنقید بالخصوص ,,الکاوی فی تاریخ السخاوی،، کی صورت میں جو کچھ کہا اس کے باوجود سیوطی کی کئی ایک خوبیوں کا بیان و اعتراف السخاوی کی انصاف پسندی کی دلیل ہے۔ انہوں نے سیوطی کے عیوب و محاسن ہر دو بیان کئے ہیں اور ذاتی عصبیت کی بناء پر ان کے علمی مقام و مرتبہ پر پردہ نہیں ڈالا ۔ اگر بعض جگہ السخاوی راہ اعتدال سے ہٹے ہیں تو یہ جزوی رویہ ہے۔ مجموعی رویہ وہی ہے جو ایک غیر جانبدار مؤرخ کا ہونا چاہئیے اور اگر بالفرض انہیں سیوطی کے سلسلے میں جانبدارانہ اور منفی رویہ کا حامل قرار دے بھی دیا جائے تو بقیہ دس ہزار سے زائد شخصیات کے حالات اس بات کا ناقابل تردید اور عظیم الشان ثبوت ہیں کہ شمس الدین السخاوی ایک غیر جانبدار اور انصاف پسند تراجم نویس و مؤرخ ہیں ۔

سیوطی، ابن ریاس اور بعض دیگر علماء و مؤرخین نے سخاوی کی ,,الضوء اللامع،، پر شدید تنقید کی ہے سیوطی لکھتے ہیں ۔

,,ثم أكب على التاريخ فافنى فيه عمره، وا غرق فيه عمله و سلق فيه أعراض الناس، و ملأه بمساوى الخلق ،، (۲)

,,و ألف تاريخاً فيه اشياء كثيرة من المساوى فى حق الناس،، (۳)

ان ناقدین کی شدید مخالفانہ آراء کے باوجود بطور مجموعی ,,الضوء اللامع،، ایک اہم ترین اور نادر المثال تاریخی تصنیف ہے

جیسا که دور جدید کے عرب ادیب و مؤرخ جرجی زیدان نے بیان کیا ہے -

,,وقد تصدی معاصروه لانتقاده والتشیع علیه، منهم السیوطی ألف فی انتقاده کتاباً مسماه ,,الکاوی فی تاریخ السخاوی،، ولا عبرة بذلک فان الکتاب نادر المثال فی بابه ،، (۴)

(۴) مؤرخ کی حیثیت سے السخاوی کا ایک اور قابل ذکر پہلو یه ہے که انہوں نے اپنے اساتذہ اور ہمعصر علماء کا تذکرہ کرتے ہوئے دل کھول کر ان کی تعریف کی ہے اور ان کے محاسن کا اعتراف کیا ہے جس سے بعض اوقات یوں لگتا ہے که مبالغه آمیزی اور حاشیه آرائی سے کام لیا جا رہا ہے مگر درحقیقت ایک مؤرخ کی حیثیت سے انہیں جو خوبیاں نویں صدی ہجری کے اہل علم و فضل میں نظر آئیں انہوں نے ان کی تعریف و توصیف اور تاریخی لحاظ سے ان شخصیات کے مقام و مرتبه کو نمایاں کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی بلکه ان کا حق اذا کر دیا - اس دوران میں جہاں کہیں اپنا ذکر کیا ہے وہاں بالعموم ساده الفاظ استعمال کئے ہیں اور ان میں سے بہت سی شخصیات کے سامنے زانوئے تلمذ ته کرنے کا عجز و انکسار کے ساتھ اعتراف کیا ہے مثلاً ابن حجر کے بارے میں لکھتے ہیں :

,,احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن أحمد شیخی الاستاذ امام الأئمة الشهاب ابوالفضل الکنانی العسقلانی المصری ثم القاهری الشافعی،، - (۵)

۵ - السخاوی نے ایک تاریخ نگار کی حیثیت سے علاقائی تعصب و ترجیح سے کام نہیں لیا اور نه اپنی کتب تذکرہ وغیرها کو کسی خاص علاقے تک محدود رکھا ہے بلکه ایک غیر جانبدار تذکرہ نگار کی حیثیت سے مصر کے علاوہ شام و حجاز ، ہند و فارس غرض

مختلف بلاد و امصار سے تعلق رکھنے والے اہل علم و فضل کا یکساں احترام کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے۔اس طرح السخاوی ایک مؤرخ کی حیثیت سے عالمی سطح کی شخصیت ہے قومی یا علاقائی نہیں ۔ الضوء اللامع کے مقدمہ میں اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں :

,,جمعت فیه من علمته من أهل هذا القرن الذی أوله سنة احدی و ثمانمائة ـ ختم بالحسنی ـ من سائر العلماء والقضاة والصلحاء والرواة والادباء والشعراء والخلفاء والملوک والأمراء والمباشرين والوزراء مصريا کان أو شاميا حجازيا کان أو يمنياً روميا أو هنديا مشرقيا أو مغربيا،، ـ (٦)

(٦) السخاوی نے اپنی مشہور تصنیف ,,الضوء اللامع،، میں غیر مسلم اہل علم و فضل کے حالات بھی بیان کئے ہیں جو اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ ایک مؤرخ کی حیثیت سے وہ دینی تعصبات سے بھی بالاتر ہیں اور مشاہیر کے تذکرہ میں مذہب کی بناء پر تفریق روا نہیں رکھتے ـ اس سلسلے میں الضوء اللامع میں خود بھی اشارہ کرتے ہیں :

,,بل و ذکرت بعض المذکورين بفضل و نحوه من أهل الذمة ،، (٧)

(٧) السخاوی کی تاریخی حیثیت کے سلسلے میں ایک اہم اور نمایاں بات یہ ہے کہ انہوں نے نویں صدی ھجری کے مشاہیر کا ذکر کرتے ہوئے خواتین کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ ان کا الگ سے بطور خاص ,,معجم النساء،، کے زیر عنوان ذکر کیا اور اس کے لیے ایک ضخیم باب وقف کیا ہے جس میں ایک ہزار سے زائد فضیلت مآب خواتین کا تذکرہ ہے مثلاً کتاب معجم النساء حرف الهمزة کے تحت پہلی نامور خاتون کا تذکرہ یوں کیا ہے :

,,(آسية) ابنة جارالله بن صالح بن أبى المنصور أحمد بن عبدالكريم بن أبى المعالى يحيى بن عبدالرحمن بن على بن الحسين بن على أم عبدالله و أم محمد ابنة المسند الجلال الشيبانى الطبرى الاصل المكى الحنفى والدها الماضى ولدت فى رجب سنة ست و تسعين و سبعمائة بمكة وأجاز لها فى التى تليها فما بعدها خلق منهم محمد بن محمد بن محمد السخاوى و سعد بن يوسف النووى و محمد بن أبى بكر ابن سليمان البكرى و عائشة ابنة ابن عبدالهادى و ابن صديق والعراقى والهيثمى بل سمعت على أبى الحسن بن سلامة ، و تزوجها أبو البقاء بن الضياء فأولدها عدة منهم أبو النجا محمد و مات عنها فتأيمت بعده، أجازت لنا و ماتت فى جمادى الأولى سنة ثلاث و سبعين بمكة» ـ (۸)

(۸) السخاوی نے اپنی تصانیف متعلق به تاریخ میں فقہی تعصبات کو بھی قطعاً کوئی اہمیت نہیں دی ـ خود شافعی المذہب ہونے کے باوجود حنفی، مالکی ، حنبلی وغیرہ علماء و فضلاء کا بڑی عقیدت و احترام سے ذکر کیا ہے اور ان کی عظمت کا اعتراف کھلے بندوں کیا ہے ـ

ان کی تحریر میں کہیں بھی یہ بات نظر نہیں آتی کہ انہوں نے فقہی مسلک کی بناء پر کسی کو ناحق ترجیح دی ہو یا پس پشت ڈال دیا ہو ـ وہ ابن حجر عسقلانیؒ کے ساتھ ساتھ ابن الدمیری حنفیؒ، العزالحنبلیؒ اور الشمس القرافی المالکیؒ وغیرہ کا ذکر بھی پوری عقیدت اور احترام کے ساتھ کرتے ہیں ـ اسی طرح اہل فقہ اور اہل حدیث کے مابین بھی انہوں نے کوئی ذاتی ترجیح و تفصیل روا نہیں رکھی اور عدم تعصب کو ہر جگہ مقدم رکھا ہے ـ

(۹) السخاوی نے اپنی مشہور تصنیف ,,الضوء اللامع» میں اپنے

ذاتی حالات بھی کافی تفصیل سے بیان کئے ھیں اور اس سلسلے میں اساساً بیانیہ انداز اختیار کیا ہے جہاں کہیں اپنے حق میں آراء نقل کی ھیں ان میں بھی افراط و تفریط سے اجتناب کیا ہے نہ بلا ضرورت کسر نفسی سے کام لیا ہے نہ فخربالنفس کا شکار ہوئے ھیں ۔ اپنی ذات کا ذکر کرتے ہوئے صیغہ غائب ھی استعمال کیا ہے جس طرح ایک اجنبی شخص کے حالات لکھے جا رہے ہوں اور یہ آپ بیتی کے بجائے جگ بیتی ہو ۔ آخر میں اپنی ذات کی کوتاھیوں اور خامیوں کا بھی اعتراف کیا ہے ۔ اپنے حالات کے اختتام پر لکھتے ھیں :

,,هذا كله وهو عارف بنفسه معترف بالتقصير فی يومه وأمسه خبير بعيوبه التی لا يطلع عليها مستغفر مما لعله يبدو منها، لكنه أكثر الهذيان طمعاً فی صفح الاخوان مع كونه فی أكثره ناقلا واعتقاد أنه فضل ممن كان له قائلا والله يسال أن يجعله كما يظنون و أن يغفرله مالا يعلمون،، ۔ (۹)

(۱۰) ایک مؤرخ کی حیثیت سے السخاوی کے بارے میں یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ انہوں نے ابن حجر عسقلانی کی شروع کردہ تراجم نویسی کی روایت کو برقرار رکھا اور اس مقصد کے لئے اپنی عمر عزیز کا وافر حصہ صرف کیا ۔ اس طرح بعد میں آنے والوں کے لئے ایک اہم اور قابل تقلید مثال چھوڑی جس کے تتبع میں صدی وار تذکرہ نویسی کی روایت آگے چلتی رہی اور ہزاروں اہل علم و فضل کے حالات و خدمات زمانے کی دستبرد سے محفوظ ہو کر کتابی شکل میں مدون و مرتب ہو گئے جو علمی تاریخی ، ثقافتی اور مذہبی حوالوں سے بڑی قدرو قیمت کے حامل ھیں چنانچہ ,,الضوء اللامع،، کے بعد نجم الدین الغزی نے ,,الكواكب السائرة باعيان المائة العاشرة،، لکھی ۔ المحبی نے ,,خلاصة الاثر فی اعيان القرن

الحادی عشر،، کے نام سے گیارھویں صدی کے اھل علم و فضل کے تراجم جمع کئے اور بعد ازاں بھی مختلف اھل علم نے صدی وار تراجم نویسی کا کام سرانجام دیا ۔ حاجی خلیفه کشف الظنون میں ,,الضوء اللامع،، کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ھیں :

,,هو تاریخ کبیر مجلدات جمع فیها الوفیات من ۸۰۱ الی سنة ۹۰۰ مرتبا علی حروف المعجم فی الأسماء و الاباء و الجدود،، (۱۰)

نجم الدین الغزی نے صدی وار کتب تراجم میں ابن حجر کی ,,الدرر الکامنة کے بعد شہرت و قدامت کے لحاظ سے ,,الضوء اللامع،، کا ذکر کیا ہے :

,,ویدور اقدم المشهور منها علی سیر أعیان القران الثامن للهجرة وهو کتاب ,,الدرر الکامنة فی اعیان المائة الثامنة لابن حجر العسقلانی وقد طبع ویلیه الضوء اللامع لأهل القرن التاسع للسخاوی وقد طبع،، (۱۱)

مشہور مستشرق گب نے ابن حجر کو صدی وار تراجم نویسی کا بانی قرار دیا ہے :

"A novel method introduced by the historian Ibn-Hajr (d. 1449) was to compile contennial dictioneries."[12]

,,ابن حجر کی الدرر الکامنة کا تعارف کرانے کے بعد گب نے سخاوی کی عظیم اور ضخیم تصنیف پر روشنی ڈالی ہے :

"For the next century, al-Sakhawi (d. 1497) produced a twelve volume dictionery, the twelfth volume of which is devoted to women".[13]

ان تمام حوالوں سے صدی وار تراجم نویسی میں سخاوی کی کتاب ,,الضوء اللامع،، کی اھمیت و افادیت بخوبی واضح ھو جاتی ہے۔

(۱۱) السخاوی نے بحیثیت تذکرہ نگار ہر شخصیت کا اس کے شایان شـــان ذکر کیا ہے اور ہر فرد کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے تفصیل یا اجمال کو ملحوظ رکھا ہے۔ بعض شخصیات کا کافی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے مثلاً ابن حجر عسقلانی جس کی وجہ صرف یہ نہیں کہ وہ ان کے استاد تھے بلکہ در حقیقت نویں صدی کا کوئی مورخ بھی ابن حجر کی عظـمت کے تفصیلی تذکرہ سے بے نیاز نہیں رہ سکتا ۔ اس کے برعکس بعض شخصیات کا محض چند سطروں میں ذکر کیا ہے جس کی وجہ بعض صورتوں میں اگرچہ میسر معلومات کی کمی بھی ہو سکتی ہے مگر زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ اسی قدر مختصر تذکرہ کی ضرورت محسوس کی ۔ اس طرح بحیثیت مؤرخ السخاوی مجموعی لحاظ سے اختصار و جامعیت کے حامل ھیں جو ایک مؤرخ کے لئے ضروری ہے۔ اگر معلومات کی کمی کی بناء پر بھی بعض شخصیات کا ذکر انتہائی مختصر کیا ہے تب بھی ذکر نہ کرنے سے ذکر کر دینا ان کا نام تاریخ میں محفوظ کرنے کی غرض سے بہتر ہے اور یہ مختصر تذکرہ بھی خوبی ھی شمار ہوگا ۔ مثلاً آخری جلد کے اختتام پر (رقم ۱۰۷۵) کے تحت لکھتے ھیں :

,,(مستولدۃ الفخری) ابی بکر بن ظھیرۃ أم ولدہ أفضل الدین ماتت فی شوالھا ،، ۔ (۱۳)

شوالھا سے مراد ۸۹۸ ھ کا شوال ہے جیسا کہ اس سے پہلے تراجم میں مذکور ہے۔

(۱۲) السخاوی نے ایک مؤرخ کی حیثیت سے ذیول نویسی کی روایت کو آگے بڑھایا جس کا فائدہ گزشتہ مورخین کے کام کی تنقیح و تکمیل ہے۔ بعض اھم ذیول کے نام یوں ھیں :

۱ ۔ التبرالسبوک فی الذیل علی تاریخ المقریزی السلوک

٢ ـ الذيل على قضاة مصر لابن حجر و يسمى الذيل المتناه

٣ ـ الذيل على طبقات القرأ لابن الجزری

۴ ـ الذيل على دول الاسلام للذهبی

٥ ـ دفع التلبيس و رفع التجنيس عن الذيل الطاهر النفيس) ـ(١٥)

(١٣) السخاوی نے علم التاریخ میں تلخیص نویسی کی روایت کو بھی آگے بڑھایا اور مختلف کتب تاریخ کی تلخیص لکھی مثلاً ـ

١ ـ تلخيص تاريخ اليمن

٢ ـ تلخيص طبقات القرأ لابن الجزری

٣ ـ منتقی تاريخ مكة للفاسی . (١٦)

(١۴) السخاوی کو طبقات نویسی میں بھی بڑی مہارت حاصل ہے انہوں نے اس روایت کو آگے بڑھایا اور بالخصوص علم فقہ کے سلسلے میں طبقات نویسی پر توجہ دی ـ بطور اشارہ ان کی چند تصانیف کے نام درج ھیں :

١ـ طبقات المالكية فی أربعة اسفار تقريباً

٢ ـ تقفيص قطعة من طبقات الحنفية

٣ ـ ترتيب طبقات المالكية لابن فرحون . (١٧)

(١٥) ,,الضوء اللامع،، کے علاوہ بھی السخاوی نے ایک سیرت نگار کی حیثیت سے بہت سا علمی کام سرانجام دیا اور سیرت و تراجم پر مبنی مستقل کتب و رسائل تحریر کئے جس سے بہت سی اہم متنوع اور نادر المثال شخصیات کے احوال و آثار کو محفوظ کرنے میں بڑی مدد ملی ـ مثلاً

١ ـ الجواهر و الدررفی ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر

٢ ـ المنهل العذب الروی فی ترجمة قطب الاولياء النووی

٣ ـ الاهتمام بترجمة النحوی الجمال بن هشام

۴ ۔ القول المبین فی ترجمة القاضی عضد الدین
۵ ۔ الاهتمام بترجمة الکمال بن الهمام
٦ ۔ القول المنبی فی ترجمة ابن العربی ۔ (۱۸)

(١٦) السخاوی نے ایک مؤرخ کی حیثیت سے سفرنامے بھی لکھے هیں جن کا تعلق بیک وقت تاریخ، سیرت، جغرافیه اور ادب قرار دیا جا سکتا ہے اور اس طرح السخاوی سفرنامه نگار بھی هیں ۔ اس سلسلے میں ان کی کئی تصانیف هیں مثلاً

١ ۔ الرحلة المکیة
٢ ۔ الرحلة الاسکندریة و تراجمها
٣ ۔ الرحلة الحلبیة و تراجمها ۔ (١٩)

(١٧) تاریخ نگاری کے سلسلے میں السخاوی نے مذکوره بالا تمام کتب کے علاوه بھی مختلف موضوعات پر متنوع کتب تصنیف کی هیں جو ان کی بحیثیت مؤرخ وسعت معرفت اور دقت نظر کا بیّن ثبوت هیں اور انهیں ایک وسیع الفکر، دقیق النظر، متنوع الموضوعات اور پُر نویس مؤرخ قرار دینے کا باعث بنتی هیں مثلاً ۔

١ ۔ التاریخ المحیط
٢ ۔ تاریخ المدینتین
٣ ۔ الفرجة بکائنة الکاملیة التی لیس فیها للمعارض حجة
۴ ۔ احسن المساعی فی ایضاح حوادث البقاعی
۵ ۔ الشافی من الالم فی وفیات الامم (٢٠)

(١٨) مورخ کی حیثیت سے السخاوی کا ایک اهم کارنامه علم تاریخ کی دینی و عمومی اهمیت کے ضمن میں بیش قیمت دلائل کی فراهمی ہے اس سلسلے میں انهوں نے اپنے دور تک هونے والے اهم کام کا مجموعی جائزه پیش کیا ہے جس سے ان کتب کا مختصر تعارف

حاصل ہو گیا ہے اور ساتھ ہی اس سے مسلمانوں کے ہاں تاریخ لٹریچر کی وسعت و اہمیت کا بھی اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے اس سلسلے میں ,,الاعلان بالتوبیخ،، میں انھوں نے کافی شرح و بسط سے کام لیا ہے ,,الاعلان بالتوبیخ کے بارے میں مشہور عرب عالم اور محقق احمد باشا تیمور کا ایک قول بڑا منفرد، مختصر اور جامع ہے اور یہ قول واحد ہی الاعلان بالتوبیخ کی صدیوں پر محیط عظمت و اہمیت کے اظہار کے لئے کافی ہے یہ قول الاعلان بالتوبیخ کی طبع دمشق کے صفحہ اولی پر درج ہے :

(یعتبر هذا الكتاب ,,كتاريخ التاريخ فى الاسلام،، (۲۱)

عربی زبان و ادب کے معروف پاکستانی استاذ اور محقق پروفیسر عبدالقیوم اردو دائرۃ المعارف الاسلامیۃ میں اپنے مقالہ ,,السخاوی،، میں ,,العلان بالتوبیخ،، کی اہمیت یوں واضح کرتے ہیں :

,,السخاوی نے الاعلان بالتوبیح لمن ذم التاریخ (دمشق ۱۳۳۹ھ) میں علم تاریخ کی تدوین، اس کے اصول اور ارتقاء پر سیر حاصل بحث کی،، (۲۲)

(۱۹) السخاوی علم تاریخ میں تنقید نگاری کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں اور ان کی مشہور تصنیف ,,الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ،، تاریخی تنقید نگاری کے سلسلےمیں انتہائی اہم تصنیف سمجھی جاتی ہے جو گذشتہ پانچ صدیوں کے دوران مشرق و مغرب میں مسلسل پڑھی پڑھائی جا رہی ہے۔ انھوں نے بڑے علمی انداز میں ناقدین علم بتاریخ کے اعتراضات کو تفصیلاً نقل کر کے ان کا مدلل اور مسکت انداز میں جواب دیا ہے اور قرآن و حدیث نیز دیگر حوالوں سے علم تاریخ کی ضرورت و اہمیت کے حق میں معرکۃ الآراء استدلال کیا ہے جس سے تاریخ نگاری کی مذمت اور مخالفت کرنے والوں کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔

ڈاکٹر سید محمد یوسف ,,الاعلان بالتوبیخ،، کے اردو ترجمہ کے مقدمہ میں اس کتاب کی اهمیت واضح کرتے هوئے لکھتے هیں ۔

,,جب انحطاط کا دور آیا اور اهمیتیں پست هو گئیں تو تاریخ کا زائد از نصاب مطالعه بے توجهی کا شکار هو گیا، نوبت یہاں تک پهنچی که لوگوں نے اس کی تنقیص شروع کر دی ۔ اس صورت حال سے سخاوی کو تشویش هوئی تو انهوں نے ,,الاعلان بالتوبیخ،، تصنیف کی ۔ اس میں انهوں نے علمی طریقے پر تاریخ کے مختلف پهلوؤں سے بحث کی ہے ۔ متقدمین کی تحریروں کے اقتباسات سے علم تاریخ کے شرف و مرتبے پر روشنی ڈالی ہے اور تاریخ میں مسلمانوں کے گوناگوں کارناموں کا جائزہ لیا ہے،، ۔ (۲۳)

(۲۰) السخاوی نے ایک مؤرخ کی حیثیت سے اپنی تصانیف میں فصیح و بلیغ زبان استعمال کی ہے جس سے ان کی کتب تاریخ ادبی اهمیت کی حامل بھی قرار پاتی هیں اور السخاوی ایک انشا پرداز مؤرخ کی حیثیت سے سامنے آتے هیں ۔ انهوں نے الفاظ غریبه سے اجتناب کیا ہے عمده الفاظ و تراکیب استعمال کی هیں، سوقیانه زبان استعمال کرنے سے بھی احتراز کیا ہے دلنشین اسلوب اور مؤثر پیرایه ان کی تاریخ نویسی کی امتیازی خصوصیات هیں ۔ تشبیهات، امثال اور استعاره و کنایه کا بھی عمده و برمحل استعمال کیا ہے؛ جابجا علم تاریخ کے سلسلے میں قرآن و حدیث سے استشهاد کیا ہے اس طرح ان کی تصانیف بیک وقت تاریخی، ادبی اور دینی خوبیوں کی جامع بن گئی هیں ۔

ان تمام دلائل و نکات سے یه بات واضح هو جاتی ہے که شمس الدین السخاوی بحیثیت مؤرخ ایک عظیم الشان اور منفرد حیثیت کے حامل هیں جن کی تاریخی کتب متنوع اور مختلف موضوعات سے

تعلق رکھتی ھیں ۔ سند و روایت کے لحاظ سے بھی ان کی تصانیف کو بڑی اھمیت حاصل ہے کیونکہ وہ بیک وقت حدیث و تاریخ پر گہری نظر رکھتے ھیں ۔ بحیثیت مؤرخ سخاوی نسل، علاقہ اور مذھب کے تعصبات سے ماوراء ھیں اور ذاتی پسند و ناپسند کو بھی بطور مجموعی بالائے طاق رکھ کر انصاف پسندی اور غیر جانبداری سے کام لیتے ھیں ۔ عظیم خواتین اور غیر مسلم مشاھیر کے مقام واھمیت کا بھی انھیں بخوبی ادراک و احساس ہے اور انھیں اپنی کتب میں شایان شان مقام دیا ہے ۔ ایک مؤرخ کی حیثیت سے اپنے اساتذہ و شیوخ کا تذکرہ احترام و تجلیل کے جذبات کے ساتھ بہترین الفاظ میں کرتے ھیں اور اپنا تذکرہ کرتے وقت افراط و تفریط سے اجتناب کی کوشش کی ہے ۔ تراجم نویسی اور نقد تاریخی میں السخاوی عظیم مقام کے حامل ھیں اور ذیول نویسی، تلخیص نگاری، طبقات نویسی غرض مختلف اصناف تاریخ میں بیک وقت مہارت و تفوق کے حامل ھیں ۔ درحقیقت نویں صدی ھجری میں اتنا عظیم الشان مؤرخ کوئی دوسرا نظر نہیں آتا اگر وہ صرف ,,الضوء اللامع،، ھی تصنیف کرتے تو گیارہ ہزار کے لگ بھگ اھل علم و فضل کا فصیح و بلیغ زبان میں تذکرہ ان کی تاریخی و ادبی عظمت کی کافی دلیل تھا کجا کہ انھوں نے مختلف مجالات تاریخ میں بےشمار کتب تصنیف کیں ۔ بقول الشوکانی :

,,ولولم یکن لصاحب الترجمة من التصانیف الا (الضوء الامع) لکان أعظم دلیل علی امامته فانه ترجم فیه أهل الدیار الاسلامیة و سرد فی ترجمة کل احد محفوظاته و مقرواته و شیوخه و مصنفاته و احواله و مولده و وفاته علی نمط حسن و اسلوب لطیف ینبهر من لدیه معرفة بهذا الشأن ویتعجب من احاطته بذلک وسعة دائرته فی الاطلاع علی احوال الناس،، ۔ (٢٣)

خلاصۂ کلام یہ کہ بحیثیت مؤرخ السخاوی کی شخصیت بڑی جامع اور منفرد ہے جسے کسی اور سے تشبیہہ نہیں دی جا سکتی۔ وہ ایک طرف متقدم مورخین کے علوم و اسالیب کے حامل ھیں دوسری طرف نقد تاریخی کے حوالہ سے ابن خلدون کے بعد اھم ترین شخصیت ھیں تیسری طرف صدی وار تراجم نویسی پر مبنی ,,الضوء اللامع،، کے حوالہ سے ابن حجر عسقلانی کے ایسے وارث ھیں جس کا مقام کیفیت و کمیت ھر دو لحاظ سے ,,الدرر الکامنة،، کے مصنف سے بڑھ کر ہے چوتھی جانب تصانیف تاریخیه کے تنوع اور قدر و قیمت کے لحاظ سے کسی بھی متقدم و متآخر مؤرخ سے ان کا تقابل کر کے انھیں ترجیح دی جا سکتی ہے۔ ان کی بحیثیت مؤرخ حیثیت همه جهتی اور متنوع ہے۔ وہ نویں صدی ھجری کی عربی اسلامی تاریخ نویسی میں بالخصوص اور مجموعی مسلم تاریخ نویسی میں بالعموم ایک منفرد ویکتا مقام کے حامل ھیں اور العبد روسی کا یہ قول ان کی عظمت مظاھر کی کافی دلیل ہے:

ولم یخلفه بعد مثله فی مجموع فنونه (۲۵)

حواشی

۱ ۔ سخاوی کے تفصیلی حالات اور اسمائے تصانیف کے لئے ملاحظہ ھو انکی تصنیف الضوء اللامع لأهل القرن التاسع، القاهرة ، مکتبة القدسی، ۱۳۵۳ ۔ ۱۳۵۵ھ ، ج ۸ ، ص ۲ ۔ ۳۲

۲ ۔ جلال الدین السیوطی، نظم العقیان فی أعیان الأعیان (حررّه الدکتور فیلیب حتّی) نیو یورک، المطبعة السورية الأميريكية لصاحبها سلّوم مكرزل ، ۱۹۲۷م ص ۱۵۲

۳ ۔ ابن ایاس، بدائع الزهور فی وقائع الدهور أوتاریخ مصر، مصر (بولاق) المطبعة الكبرى الأميرية، الطبعة الأولی، ۱۳۱۱ھ ، ج ۲ ، ص ۳۲۲

۴ ۔ جرجی زیدان، تاریخ آداب اللغة العربیة ، بیروت ، دار مکتبة الحیاة، ۱۹۶۷م ، ج ۳ ، ص ۱۷۸

۵ ۔ السخاوی ، الضوء اللامع، ج ۲ ، ص ۳۶

٦ ـ ايضاً ، ج ١ ، ص ٥ (مقدمة)

٧ ـ ايضاً

٨ ـ ايضاً ، ج ١٢ ، ص ٢

٩ ـ ايضاً ، ج ٨ ، ص ٣٢

١٠ ـ حاجى خليفة، كشف الظنون عن اسامى الكتب والفنون، بيروت ، منشورات مكتبة المثنى ، ١٩٤١م، ج٢ ، عمود ١٠٨٩

١١ ـ نجم الدين الغزى، الكواكب السائرة باعيان المائة العاشرة (ضبط و تحقيق، جبرئيل سليمان جبور) بيروت ، محمد امين دمج و شركاه، ١٩٤٥م ج ١ ، ص (ب) المقدمة

12. H.A.R. Gibb, Arabic Literature, Oxford University Press, 1963, p. 144

13. Ibid.

١٤ ـ راجع السخاوى، الضوء اللامع، ج ١٢ ، ص ١٦٧

١٥ـ ايضاً ، ج ٨ ، ص ١٧ بعد

١٦ ـ ايضاً

١٧ ـ ايضاً

١٨ ـ ايضاً

١٩ ـ ايضاً ، ص ١٦

٢٠ ـ ايضاً، ص ١٧

٢١ ـ شمس الدين السخاوى ، الاعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ ، دمشق ، مكتبة القدسى ، مطبعة الترقى، ١٣٤٩هـ ص ١

٢٢ ـ جامعة پنجاب لاهور، اردو دائرة المعارف الاسلامية، لاهور، نيو لائيث پريس و پنجاب يونيورسٹى پريس، ١٣٩٣هـ/ ١٩٧٤م، ج ١٠ ، ص ٦٢٧ (مقاله ,,السخاوى،،)

٢٣ ـ شمس الدين السخاوى، الاعلان بالتوبيخ لمن ذم التاريخ ، اردو ترجمه از سيد محمد يوسف ، لاهور ، مركزى اردو بورڈ ، ١٩٧٨م، مقدمة، ص ٢١

٢٤ ـ الشوكانى ، البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع ، القاهرة ، مطبعة السعادة الطبعة الأولى ، ١٣٤٨ هـ ، ج ٢ ، ص ١٨٦

٢٥ ـ عبدالقادر العيدروسى، النور السافر عن اخبار القرن العاشر، (ضبط و تصحيح محمد رشيد افندى الصفار) بغداد، المكتبة العربية ، مطبعة الفرات، ١٣٥٣هـ/١٩٣٤م، ص ١٦